

اہم کردار ادا کرتا ہے۔

غذائی قلت یا ناقص غذا

گوکہ غذائی قلت یا ناقص غذا کے سبب ہلاک ہونے والے بچوں کی تعداد میں کمی واقع ہوئی ہے۔ مگر، واشنگٹن یونیورسٹی سے منسلک مائیکرو بائیولوجسٹ، جیفری گورڈن جیسے ماہرین کا کہنا ہے کہ ناقص غذا سے بہت سے پیچیدہ اور طویل المدتی مسائل جنم لے سکتے ہیں۔ جیفری گورڈن کا کہنا ہے کہ، 'ناقص غذا کے باعث قوتِ مدافعت کمزور پڑ جاتی ہے اور بعض اوقات تو ختم بھی ہو جاتی ہے؛ آئی کیو لیول میں نمایاں کمی ہوتی ہے اور دیگر بہت سے مسائل بھی لاحق ہو سکتے ہیں۔' ماہرین کے مطابق، ایسے بچے جو ایک عرصے تک ناقص غذا کھاتے ہیں، انہیں مستقبل میں کئی عوارض لاحق ہو سکتے ہیں اور وہ بہت سی مستقل بیماریوں میں بھی مبتلا ہو سکتے ہیں۔

جیفری گورڈن اور ان کے ساتھیوں نے بنگلہ دیش میں DNA استعمال کرتے ہوئے، انٹریوں میں موجود جراثیموں پر تحقیق کی۔ ان جراثیموں کو microbiota کہا جاتا ہے، جو بچے کے بڑے ہونے کے ساتھ ساتھ اپنی ہیئت بدلتے رہتے ہیں۔ تحقیق سے پتہ چلا کہ جو بچے ناقص غذا کھاتے تھے ان میں یہ جراثیم پوری طرح بنے نہیں تھے یا بہت کمزور تھے۔ ان بچوں میں اینٹی بائیوز اور فوڈ سیکیمنٹس کے باوجود، ان جراثیموں کو بہتر نہیں کیا جاسکا تھا۔ جیفری گورڈن کا کہنا ہے کہ ناقص غذا کے اثرات ختم کرنے کے لیے محض اچھی اور صحت بخش غذا کافی نہیں، بلکہ ایسی انتہائی ضروری ہے جس کے جراثیم صحت بخش ہوں۔

ماہرین کا کہنا ہے کہ اس تحقیق اور اس کے نتائج ایک طرف، مگر ناقص غذا کھانے والے بچوں کو ان اثرات سے نکلنا ایک مشکل امر ہوگا جس میں اچھے بیکٹیریے والی خوراک کے ساتھ ساتھ اچھی اور صحت بخش غذا ضروری ہے۔ یہ تحقیق ایک آن لائن طبی جریدے 'نیچر' میں شائع کی گئی ہے۔ جیفری گورڈن اور ان کے ساتھیوں نے بنگلہ دیش میں IDNA استعمال کرتے ہوئے انٹریوں میں موجود جرثوموں پر تحقیق کی۔ ان جرثوموں کو microbiota کہا جاتا ہے جو بچے کے بڑے ہونے کے ساتھ ساتھ اپنی ہیئت بدلتے رہتے ہیں۔ تحقیق میں پتہ چلا کہ جو بچے ناقص غذا کھاتے تھے ان میں یہ جرثومے پوری طرح بنے نہیں تھا یا بہت کمزور تھے۔ ان بچوں میں اینٹی بائیوٹکس کے باوجود ان جرثوموں کو بہتر نہیں کیا جاسکا تھا۔ جیفری گورڈن کا کہنا ہے کہ ناقص غذا کے اثرات ختم کرنے کے لیے محض اچھی اور صحت بخش غذا ضروری نہیں بلکہ یہی آنت بھی ضروری ہے جس کے جرثومے صحت بخشنے ہوں۔

ماہرین کا کہنا ہے کہ اس تحقیق اور اس کے نتائج ایک طرف مگر ناقص غذا کھانے والے بچوں کو ان اثرات سے کچھ ایسا مشکل امر ہوگا جس میں اچھے بیکیٹیرے والے خوراک کے ساتھ ساتھ اچھی اور صحت بخش غذا ضروری ہے۔

سوال نمبر 2 بچوں میں جراثیم اور بیماریاں کیسے پھیلتی ہیں نیز ان کی روک تھام کیسے کی جاسکتی ہے؟ روشنی ڈالیے۔

جواب:

جراثیم: جراثیم اتنی چھوٹی زندہ مخلوق ہیں کہ انہیں عام آنکھ سے نہیں دیکھا جاسکتا بلکہ ان کو دیکھنے کیلئے خوردبین (Microscope) کا سہارا لینا پڑتا ہے۔ اگرچہ جراثیم زندہ مخلوق ہیں لیکن یہ بہت ہی معمولی ساخت ہیں دوسرے جانوروں کی طرح ان کے دل، دماغ، پیچھے پڑے، آنکھیں وغیرہ نہیں ہوتے۔ بس یہ زندگی کا ایک چھوٹا سا خلیہ (Cell) ہوتا ہے۔ اس کے باوجود بہت سے جراثیم مل کر بہت طاقتور ہو سکتے ہیں۔ دنیا میں جراثیم کا کام یہ ہے کہ یہ مردہ چیزیں یعنی مردہ جانوروں، درختوں اور پودوں (Organic Matter) کو کھا جاتے ہیں۔ جراثیم مل کر بہت طاقتور ہو سکتے ہیں۔ یہ ٹیڑھوں، اربوں کی تعداد میں اور ہر جگہ پائے جاتے ہیں۔ پانی کے ایک قطرے میں ہزاروں جراثیم آسکتے ہیں اور ان کی بہت سی اقسام ہیں۔ جو مردہ چیز یا جسم یا عام گھروں میں پکا ہوا کھانا اور دوسرا نامیانی مادہ (Organic Matter) ہم گلا سڑا دیکھتے ہیں، وہ ان جراثیم کی وجہ سے ہی کھتا سڑتا ہے۔

جراثیم اور بیماریاں: ہماری بہت سی بیماریاں خاص کر جو بچوں کو ہوتی ہیں وہ ان جراثیم کی وجہ سے ہوتی ہیں۔ جراثیم جسم داخل ہو کر ان کو بیمار کر دیتے ہیں۔ جراثیم اپنی تعداد بڑی تیزی سے بڑھاتے ہیں۔ یہ بچے پیدا نہیں کرتے بلکہ ایک جرثومہ دھنوں میں تقسیم ہو کر دو جراثیم بن جاتا ہے اور یہ دو جراثیم جلد ہی چار جراثیم میں تقسیم ہو جاتے ہیں اور اس طرح یہ سلسلہ جاری رہتا ہے۔ اس طرح ایک جرثومہ چند دنوں میں کئی لاکھ جراثیم بنالیتا ہے اور یہ سب مل کر ہمارے جسم کو بیمار کر ڈالتے ہیں۔ کئی جراثیم اپنا زہر بھی ہمارے جسم میں داخل کر دیتے ہیں۔ جو بیماری کا سبب بنتا ہے۔ جراثیم کے بڑھنے کا سلسلہ ہمارے جسم می بھی جارہتا ہے اور بیماری بڑھتی رہتی ہے۔ جراثیم بہت سے بیماریوں کا سبب بنتے ہیں۔

جراثیم کو بڑھنے کیلئے خوراک کی ضرورت ہوتی ہے چنانچہ گوشت، مچھلی، پھل سبزی، سالن، دودھ وغیرہ میں یہ جراثیم بڑی تیزی سے بڑھتے ہیں اور اگر ہم احتیاط نہ کریں تو غذا جراثیم سے بھر جاتی اور جب ہم یہ غذا کھاتے ہیں تو بیمار پڑ جاتے ہیں۔ ہماری خوراک میں جراثیم مختلف طریقوں سے داخل ہوتے ہیں مثلاً مکھیاؤں کے ساتھ یا ہوا کے ذریعے، گندے ہاتھوں کے ذریعے، گندے پانی کے ذریعے وغیرہ وغیرہ۔

جراثیم سے بچنے کے طریقے: تمام جراثیم کو اپنی نشوونما کیلئے ایک موزوں اور موافق ماحول کی ضرورت ہوتی ہے۔ مثلاً ملیریا کے جراثیم کی پرورش کیلئے ایک خاص

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ بھی آرڈر پر تیار کیے جاتے ہیں۔

قسم کے مچھر (Anopheles) کی ضرورت ہے۔ جب یہ مچھر کسی آدمی کو کاٹتا ہے تو یہ جراثیم آدمی کے جسم میں داخل ہو جاتے ہیں اور اس شخص کے جسم میں پرورش لگتے ہیں اور بڑھنے لگتے ہیں آدمی اس طرح ملیریا کے مرض میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ مچھر کو اپنی نشوونما کیلئے کھڑے پانی کی ضرورت ہوتی ہے چلتے پانی میں مچھر کی افزائش نہیں ہو سکتی۔ چنانچہ آپ کیلئے آس پاس محلہ یا گاؤں میں اگر ایسا پانی جمع ہو گیا ہے تو اس میں مچھر پیدا ہوں گے جو ملیریا کا باعث بنیں گے۔ اگر ہم ایسے تمنا کر لیں، جو بڑے وغیرہ ختم کر دیں کہ ان میں پانی جمع نہ ہو سکے تو مچھروں کی پرورش رک جائے گی اور یوں ملیریا کی بیماری سے بھی نجات مل جائے گی۔ مچھروں کو ختم کرنے کے اور بھی طریقے ہیں مثلاً ان کو دواؤں کے ذریعے سے ختم کیا جاسکتا ہے۔ دوسری متعدی بیماریوں کے متعلق بھی ہی اصول مد نظر رکھنا چاہیے کہ ان کے جراثیم کو ماحول سے ختم کیا جائے اور جہاں تک ممکن ہو ان سے بچا جائے خاص کر چھوٹے بچوں کو ان سے بچانا ضروری ہے۔ ان بیماریوں کے جراثیم گندگی، غلاظت، کوڑا کرکٹ، پیشاب پاخانہ اور کھیتوں وغیرہ کے ذریعے انسان تک پہنچتے ہی اور بیماریاں پھیلتی ہیں۔ چنانچہ اگر ماحول کو صاف رکھا جائے تو بہت سی متعدی بیماریاں رک سکتی ہیں۔ اگر ان اقدامات کے ذریعے سے جراثیم پر قابو نہ پایا جائے تو بیماریاں ہمارا پیچھا نہیں چھوڑتیں اور وبائی صورت اختیار کر لیتی ہیں، جیسا کہ ہمارے ملک میں ہر سال گرمی میں بچوں کی اسہال اور دستوں کی بیماری وبائی صورت اختیار کر لیتی ہے۔ ماحول کی صفائی سے متعدی بیماریوں پر قابو پایا جاسکتا ہے۔

سوال نمبر 3 جسمانی نشوونما کی مختلف اقسام تفصیل سے بیان کیجیے۔

جسمانی اور ذہنی نشوونما کے برعکس جذباتی نشوونما کی پیمائش کرنا ممکن نہیں۔ اگرچہ یہ بھی ایک مسلسل نشوونما ہے جو پیدائش سے شروع ہو جاتی ہے جذباتی انسان زندگی میں بے حد اہمیت رکھتے ہیں کردار اور سیرت کی تعمیر میں جذبات کا بڑا ہاتھ ہے زندگی میں جوش و خروش اور دیگر منگیں انہیں کی بدولت ہیں اگرچہ یہ جذبے رک جائیں تو ہماری فعالیت اور جوش و خروش سب مفقود ہو جائیں۔ جذبے سے مراد کسی جاندار کی ایسی خاص بیجا کیفیت ہے جس میں کسی خاص فعالیت کے متعلق تحریک اور شعوری رجحان پایا جاتا ہے اس میں جسمانی اور عضویاتی تبدیلیوں کا خاص حصہ ہوتا ہے۔ جذبات ہمیشہ اچانک اور ناگہانی پیدا ہوتے ہیں ان کا اثر آہستہ آہستہ زائل ہو جاتا ہے اور جن بچوں کی ضروریات پوری نہیں ہوتیں وہ جذباتی طور پر صحت مند نہیں رہتے۔ شیرخوارگی اور ابتدائی طفولیت: نوزائیدہ بچوں میں جذبات سے متعلق ماہرین کی مختلف آراء ہیں۔ بعض نزدیک جذبات تجربات و تربیت کے مرہون منت ہیں کچھ کہتے ہیں کہ یہ ابتداء ہی سے موجود ہوتے ہیں۔

J.B Watson کے نزدیک نوزائیدہ بچوں میں تین اساسی جذبے پائے جاتے ہیں یعنی خوف، غصہ اور محبت۔ ان کے نزدیک بچوں میں دو طریقوں سے خوف کا جذبہ پیدا ہوتا ہے ایک اچانک زور کی آواز یا کسی کرنے سے دوسرے اچانک سہارا ہٹا لینے سے اس کے علاوہ کوئی اور بھیج ان میں خوف پیدا نہیں کرتا۔ بچوں کو غصہ دلانے والی بھی دو چیزیں ہیں یعنی بھوک اور ان کی حرکات میں رکاوٹ ڈالنا مثلاً باؤں کو پکڑ لینا یا زبردستی ٹانگ کو حرکت دینے سے روکنا اسی طرح بچوں کے جسم کے حساس حصوں پر ہاتھ پھیرنے سے محبت کا خوشگوار احساس ہوتا ہے۔

۱۔ خوف: جوں جوں بچہ بڑا ہوتا جاتا ہے خوف کا دائرہ وسیع ہوتا جاتا ہے اس کی وجہ اس کی تربیت اور ماحول کا اثر ہے مائیں اکثر بچوں کو اندھیرے یا مختلف جانوروں سے ڈراتی ہیں رفتہ رفتہ بچے ان سے خوف محسوس کرنے لگتے ہیں حالانکہ شروع میں ایسا نہیں ہوتا وہ تو ہر چیز کی طرف پلکنے والا ہے پلٹنے کی کوشش کرتے ہیں۔

۲۔ غصہ: شروع میں بچوں کو کم ہی غصہ آتا ہے جس کا اظہار وہ چلا کر کرتے ہیں لیکن ۵ سال کی عمر تک پہنچنے پر انہیں اور بھی باتوں پر غصہ آنے لگتا ہے جس کا اظہار ہو کر بلکہ اکثر اوقات چیزوں کو توڑ پھوڑ کر کے بھی کر سکتے ہیں جب بھی ان کی کوئی ضرورت پوری نہ ہو وہ غصے کا اظہار کرتے ہیں۔

۳۔ محبت: شروع ہی سے بچہ توجہ کا طالب ہوتا ہے وہ چاہتا ہے کہ تمام لوگ اس سے محبت کریں شروع میں بچوں کی طرف مسکرا کر دیکھنے ہی سے وہ خوش ہو جاتا ہے اور جواباً مسکراتا ہے لیکن آہستہ آہستہ وہ چاہتا ہے کہ گھر کے تمام افراد اس کی باتیں سنیں، اس کے مطالبات پورا کریں اور اس سے پیار کریں دوسری صورت میں وہ احساس محرومی میں مبتلا ہو جاتا ہے۔

سکول کا بچے کی جذباتی نشوونما میں کردار: بچوں کی صحیح تربیت کے لیے سکول کا اہم کردار ہوتا ہے بچے کی تربیت کے لیے مندرجہ ذیل باتوں کا خیال رکھنا چاہیے۔

- ۱۔ جماعت میں استاد کو چاہیے کہ وہ بچوں کو بلاوجہ چیخ و پکار سے باز رکھے کیونکہ اگر بچے شور کرتے رہیں تو استاد کے لیے پڑھانا مشکل ہو جاتا ہے۔
- ۲۔ بچوں کو آزادانہ کھیلنے کا موقع دیا جائے اور کام کرتے وقت اگر وہ کوئی غلطی کریں تو مناسب انداز میں درست کرنا چاہیے۔
- ۳۔ بچوں کو ان کی صلاحیتوں اور دلچسپیوں کے مطابق کام کرواتے رہنا چاہیے چھوٹے چھوٹے مقابلے کروانے چاہیں تاکہ بچے اس سے مانوس ہو جائیں اور مقابلاً کو برانہ سمجھیں بلکہ اور کوشش کریں۔
- ۴۔ اساتذہ اور والدین کو تمام بچوں سے یکساں سلوک کرنا چاہیے تاکہ بچے میں نا انصافی اور زیادتی کا احساس پیدا نہ ہو۔
- ۵۔ اکثر والدین بچوں کو یہ کہتے رہتے ہیں کہ اب یہ شرائطیں کرنے لگا ہے اسے سکول بھیج دیں گے یہیں سے اسکول سے ڈرنے کی ابتدا ہوتی ہے اگر استاد بھی دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ بھی آرڈر پر تیار کیے جاتے ہیں۔

بچوں کو ناکامی سے ڈرانا شروع کر دیں تو نتیجتاً بچے اسکول اور استاد سے نفرت کرنا شروع کر دیں گے استاد کا کام بچوں کی اصلاح اور تربیت کرنا ہے۔
۶۔ والدین اور اساتذہ کی جذباتی زندگی کا بچوں پر بہت اثر ہوتا ہے اس لیے انہیں خیال رکھنا چاہیے کہ بچوں کو سامنے کسی جذباتی ناچنگی کا اظہار نہ کریں ایسے مواقع فراہم کرنے سے پرہیز کریں جن سے ناپسندیدہ جذبات کے پیدا ہونے کا امکان ہو مثلاً جھگڑے، لڑائیاں، فساد وغیرہ یا ایسی فلمیں جن میں اس قسم کے مناظر دکھائے گئے ہوں۔

اسکول کا بچے کی جذباتی نشوونما میں کردار: بچوں کی صحیح تربیت کے لیے اسکول کا اہم کردار ہوتا ہے بچے کی تربیت کے لیے مندرجہ ذیل باتوں کا خیال رکھنا چاہیے۔

۱۔ جماعت میں استاد کو چاہیے کہ وہ بچوں کو بلاوجہ چیخ و پکار سے باز رکھے کیونکہ اگر بچے شور کرتے رہیں تو استاد کے لیے پڑھانا مشکل ہو جاتا ہے۔

۲۔ بچوں کو آزادانہ کھیلنے کا موقع دیا جائے اور کام کرتے وقت اگر وہ کوئی غلطی کریں تو مناسب انداز میں درست کرنا چاہیے۔

۳۔ بچوں کو ان کی صلاحیتوں اور دلچسپیوں کے مطابق کام کرواتے رہنا چاہیے چھوٹے چھوٹے مقابلے کروانے چاہیں تاکہ بچے اس سے مانوس ہو جائیں اور مقابلہ کو برائہ سمجھیں بلکہ اور کوشش کریں۔

۴۔ اساتذہ اور والدین کو تمام بچوں سے یکساں سلوک کرنا چاہیے تاکہ بچے میں نا انصافی اور زیادتی کا احساس پیدا نہ ہو۔

۵۔ اکثر والدین بچوں کو یہ کہتے رہتے ہیں کہ اب یہ شرارتیں کرنے لگا ہے اسے اسکول بھیج دیں گے کہیں سے اسکول سے ڈرنے کی ابتدا ہوتی ہے اگر استاد بھی بچوں کو ناکامی سے ڈرانا شروع کر دیں تو نتیجتاً بچے اسکول اور استاد سے نفرت کرنا شروع کر دیں گے استاد کا کام بچوں کی اصلاح اور تربیت کرنا ہے۔

۶۔ والدین اور اساتذہ کی جذباتی زندگی کا بچوں پر بہت اثر ہوتا ہے اس لیے انہیں خیال رکھنا چاہیے کہ بچوں کو سامنے کسی جذباتی ناچنگی کا اظہار نہ کریں ایسے مواقع فراہم کرنے سے پرہیز کریں جن سے ناپسندیدہ جذبات کے پیدا ہونے کا امکان ہو مثلاً جھگڑے، لڑائیاں، فساد وغیرہ یا ایسی فلمیں جن میں اس قسم کے مناظر دکھائے گئے ہوں۔

۷۔ جذبات سراسر نقصان دہ نہیں ہوتے جذبات میں آکر ایسے کام کر سکتے ہیں جو عام زندگی میں ممکن نہیں ہوتے بچوں کو ایسے مواقع مہیا کرنے چاہیں کہ وہ حدود میں رہ کر اپنے جذبات کا اظہار کر سکیں اور ان کی تسکین ہو سکے مثلاً اسکول میں مختلف مشاغل اور سرگرمیوں کا اہتمام۔

سوال نمبر 4: ذہنی نشوونما سے کیا مراد ہے؟ عمر کے ساتھ ساتھ ذہنی نشوونما کن منازل کو طے کرتی ہے؟ تفصیل سے بیان کیجیے۔ (20)

جواب۔

ساخت یا بناوٹ کی تبدیلیوں کی بناء پر جسم کے فعال یا وظائف میں جو تبدیلی رونما ہوتی ہے اسے نمو Development کہتے ہیں۔ جسمانی اعضاء کے بڑھنے کے ساتھ ساتھ بچے کچھ سرگرمیاں سیکھ جاتے ہیں مثلاً مختلف جسمانی اعضاء کا بلانا، چلنا پھرنا، اپنے ارد گرد کی اشیاء کے متعلق سیکھنا، ذہنی اعمال کے طور پر الفاظ پر نظروں کا جماؤ، انگلیوں کا قلم پکڑنے کی صلاحیت اور اپنی ضروریات کی تکمیل کیلئے جسمانی اعضاء سے کام لینا وغیرہ۔

نمو کے بنیادی اصول: بچوں میں نمو چند خاص اصولوں کے ماتحت واقع ہوتی ہے یہ اصول مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ منظم عمل: ماہرین صرف اپنی سہولت اور مطالعے کی خاطر نمو کو مختلف مدارج میں تقسیم کر لیتے ہیں ورنہ یہ ایک منظم اور مسلسل عمل ہے مثلاً بچپن کا زمانہ، لڑکپن کا یا بلوغت کا دور وغیرہ اصل میں نمو کا مکمل زندگی کے ساتھ شروع ہو کر آخری لمحوں تک جاری رہتا ہے اگرچہ اس کی رفتار ایک سی نہیں رہتی۔

۲۔ تخلیقی عمل: نمو ایک تخلیقی عمل ہے اور ہر جسمانی فعل آہندہ کردار کو متعین کرنے میں مدد دیتا ہے بچے کا پہلا لفظ بولنا اسے آہندہ بات چیت کی طرف مائل کرتا ہے بچے کا سب سے پہلا قدم اٹھانا چلنے اور دوڑنے کا پیش خیمہ ہے۔

۳۔ مسلسل عمل: نمو اگرچہ ایک مسلسل عمل ہے لیکن بلوغت کے زمانے میں یہ عمل خاصا نمایاں نظر آتا ہے کوئی بھی تبدیلی ایک دم ظہور پذیر نہیں ہوتی اس لیے بچوں کی نشوونما کے متعلق پیش گوئی کی جاسکتی ہے لیکن ضروری نہیں کہ وہ ہمیشہ درست ثابت ہو۔

۴۔ غیر یکسانیت: تمام بچوں میں نمو کی رفتار یکساں نہیں ہوتی اس کے مختلف اسباب ہو سکتے ہیں اس میں سے ایک ماحول یا غذا کا معیار وغیرہ بھی ہو سکتا ہے اس لیے پیش گوئی کرتے وقت ان تمام حالات کو پیش نظر رکھنا ضروری ہے جس میں بچہ پرورش پا رہا ہے انفرادی اختلافات کو ایک قدرتی حقیقت سمجھنا چاہیے۔

۵۔ لڑکے اور لڑکی میں نشوونما کی رفتار کا مختلف ہونا: نمو لڑکوں اور لڑکیوں یعنی ہر دو اصناف میں مختلف ہوتی ہے جسمانی نشوونما کی صورت میں تو یہ اختلاف اور بھی نمایاں نظر آتا ہے۔

۶۔ نمو اور ذہنی نشوونما کا باہمی تعلق: بچے کو اس کی عمر کی مناسبت سے تعلیم دینی چاہیے جو کام ایک پانچ سالہ بچہ سیکھ سکتا ہے دوسالہ بچہ نہیں سیکھ سکتا۔

۷۔ تربیتی عمل: نمو کے عمل میں ایک خاص ترتیب پائی جاتی ہے۔

۸۔ نمو کا سر سے پاؤں کی طرف ہونا: نمو کا آٹھواں اصول نمو سر سے پاؤں کی طرف ہوتی ہے۔

یعنی سب سے پہلے انسانی جسم میں سر مکمل ہوتا ہے اور بعد میں ٹانگیں وغیرہ اپنے مکمل یا صحیح سائز تک پہنچتی ہیں۔

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ بھی آرڈر پر تیار کیے جاتے ہیں۔

بچوں کی نشوونما کے مدارج: نشوونما کے چار مدارج ہیں:

- (1) طفلی منزل یا طفولیت (پیدائش سے پانچ سال تک)
- (2) بچپن کا زمانہ (چھ سال کی عمر سے بالغ ہونے تک)
- (3) بلوغ یا غفوان شباب (تقریباً 13 سال یا 14 سال کے قریب شروع ہوتا ہے)
- (4) جوانی یا پختگی کا دور (تقریباً 18 سال کی عمر سے شروع ہوتا ہے)

1- **طفلی منزل یا طفولیت:** نشوونما کی پہلی منزل پیدائش سے لے کر پانچ سال کی عمر تک کے عرصے پر محیط ہے۔ اس عمر میں بچے تیز رفتاری سے جسمانی بالیدگی کی عمل سے گذرتا ہے، قد وزن وغیرہ بڑھ جاتا ہے، بچوں کی نسبت جلدی بڑھ جاتی ہیں لیکن وزن کے لحاظ سے بچے سبقت لے جاتے ہیں۔

شروع میں بچے دوسروں کے محتاج ہوتے ہیں ان کی ذہنی، جذباتی، اور معاشرتی نشوونما کوئی خاص نہیں ہوتی ہے۔ دو تین ماہ کے بعد بچے ادھر ادھر دیکھنے اور پرکھنے کی عمل سے گذرتے ہیں اور بچے مسکرانے کی کوشش کرتے ہیں جب کہ کوئی بھی عمل اس کو اچھا لگے۔ اس طرح اگر ہاتھ اس کے سامنے لے جایا جائے اور آہستہ آہستہ ہٹایا جائے تو وہ اس ہاتھ کا پیچھا کرتا ہے، اس طرح بچے ماں کی دودھ کے ساتھ ساتھ ٹھوس غذا بھی کھا لیتا ہے اور پھر سال کے عرصے میں کچھ ٹوٹے پھوٹے الفاظ بھی اپنے توتلی زبان سے ادا کرتا ہے دوسروں کے سہارے چلنا، بولنا، باتیں کرنا، اور کھانا کھانا بھی سیکھتا ہے، پھر گھر والوں، محلے والوں اور گاؤں والوں، سے رابطہ ہوتا ہے۔ اس عمر میں بچوں کو ڈر اور خوف کا احساس ہوتا ہے۔ اس لئے ان کو بے جا خوف میں مبتلا نہیں کرنا چاہیے اور ان کی مثبت جذبات کا خیال رکھنا چاہیے لہذا بچوں سے پیار اور شفقت سے پیش آئے اور ان کی شخصیت پر اس سے اچھا اثر پڑتا ہے۔

ایک ہی ماحول میں رہتے ہوئے اور ایک ہی والدین کے بچے مختلف حالات میں مختلف طریقوں سے رد عمل کا اظہار کرتے ہیں۔ مثلاً والدین کی ڈانٹ ڈپٹ کا اثر بچوں پر مختلف انداز سے ہوتا ہے اور وہ مختلف رد عمل کا اظہار کرتے ہیں۔ مثلاً ایک بھوکا بچہ رات کو بے چین ہو کر چوری کر کے بھوک کی ضرورت کو پورا کرے جبکہ اسی گھر کا دوسرا بچہ خاموش رہے یا پھر رونے شروع کر دے یا یہ بھی صورت ہے کہ ایک بالغ مذکورہ طریقوں میں سے کوئی بھی طریقہ اختیار نہ کرے۔ کردار کی یہ فعالیت کسی خاص ضرورت کو پورا کرنے یا مطمئن کرنے کے لیے پیدا ہوتی ہے۔ ایسے تمام محرکات پر سماجی ماحول کا بہت اثر ہوتا ہے۔ یہ ضروریات یا تقاضے بنیادی اہمیت کے حامل ہیں۔ انہیں نظر انداز کر دینے سے انسانی شخصیت کی تکمیل صحیح طور پر نہیں ہو سکتی۔ بعض تقاضے فطری ہوتے ہیں مثلاً سانس لینا، جسم کو گرمی یا سردی کے اثرات سے محفوظ رکھنا، بھوک کا خیال رکھنا، اسکے بغیر زندگی کا تصور ناممکن ہے۔ یہ محرکات پیدائشی طور پر بچوں میں موجود ہوتے ہیں۔ جبکہ بہت سی ضروریات کے بارے میں انسان اپنے طور پر سیکھتا ہے۔ اور اس کی بنیاد پر مستقل کھنے کی بنیاد پڑتی ہے۔ اگرچہ ان محرکات پر سماجی ماحول، قومیت، آب و ہوا، معاشی حالت وغیرہ کا بھی اثر ہوتا ہے۔

2- **بچپن کا دور (childhood):** نشوونما کے مدارج میں بچپن، نوبلغت اور بلوغت کو خاص اہمیت حاصل ہے۔ ان ادوار میں بعض ایسی تبدیلیاں رونما ہوتی ہیں۔ جن کا مطالعہ والدین اور اساتذہ کے لئے ضروری ہے۔ ایک ماہر نفسیات فریڈ کا قول ہے کہ بچپن کا دور آنے والی زندگی کی بنیاد ہے اس لئے اگر اس دور میں تعلیم کی بنیاد مستحکم نہ ہوگی تو آئندہ تعلیم بہتر ہوگی اور فرد کی شخصیت مثبت قدروں کی حامل ہوگی اور اگر یہی دور تعلیمی لحاظ سے ناقص اور کمزور ہوگی تو آئندہ کی تعلیمی عمارت کمزور ثابت ہوگی۔ اور یہ دور چھ سے بارہ سال کے عرصے پر محیط ہوتا ہے۔ اس دور میں طبعی بالیدگی کے بنسبت ذہنی نشوونما تیز ہوتی ہے اور ذہنی لحاظ سے لڑکے اور لڑکیاں زیادہ متحرک نظر آتے ہیں۔ اس دور میں اپنے ہم جنس افراد سے دلچسپی لیتے ہیں ان کا حافظہ تیز ہوتا ہے اور بہت سی چیزوں کو زبانی یاد کر لیتے ہیں جہاں تک معاشرتی اور جذباتی نشوونما کا تعلق ہے پہلے کی نسبت ترقی نظر آتی ہے اور بچے گھر کی چار دیواری سے باہر نکل کر معاشرتی تعلقات کو وسیع بناتے ہیں اور اس دور میں بچوں کو تعلیم سے ضرور متعارف کرا دینا چاہیے بلکہ آج کل تو گھانے تین سال کی عمر میں بچوں کو تعلیم سے متعارف کرایا جا رہا ہے جیسے کہ ای سی ڈی وغیرہ۔

سوال نمبر 5: بچے کے ابتدائی برسوں میں معاشرتی ارتقاء کی اہمیت بیان کیجیے

جواب۔

ارتقائی مدارج عمر کے ساتھ مخصوص انداز سے جسمانی و ذہنی صلاحیتوں کو ابھارتے ہیں۔ فرد کی وراثتی خوبیاں عمر اور وقت کے ساتھ بڑھتی جاتی ہیں۔ شروع میں نطفہ جو آنکھ سے نظر نہیں آ سکتا کیوں کر بڑا ہوا اور اس نے کیسے ایک بھرپور اور منفرد شکل اختیار کی، یہ سب ارتقائی مدارج کا کھیل ہے۔ قدرت نے نطفے میں وہ تمام خوبیاں پوشیدہ رکھی ہیں جو کہ ساتھ ساتھ بڑھتی جاتی ہیں۔ نو ماہ تک کا بچہ ماں کے پیٹ میں رہنے اور ارتقائی مدارج میں سے گزرنے کے بعد جسمانی اور ذہنی طور پر بڑا ہوتا چلا جاتا ہے۔ حمل کے دوران اس کے جسم کی بناوٹ میں وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ تبدیلیاں واقع ہوتی ہیں۔

ارتقائی مدارج اور تعلیم: ابتدائی دور میں بڑھنے کے رفتار تیز ہوتی ہے۔ بالغ ہونے کے بعد یہ رفتار سست ہوتی چلی جاتی ہے۔ چنانچہ ابتدائی دور میں بچہ آسانی سے لکھنا اور پڑھنا سیکھ سکتا ہے۔ کیونکہ اس دور میں ابتدائی اعصاب کے علاوہ ذاتی طور پر سیکھنے اور سمجھنے کی قوت تیز ہوتی ہے۔ ابتدائی برسوں

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ بھی آرڈر پر تیار کیے جاتے ہیں۔

میں ماحول کی مدد سے وراثتی خوبیوں کو بہتر طور پر اجاگر کیا جاسکتا ہے۔ لیکن یہ خیال رکھنا چاہیے کہ بچے پر اس کی عمر سے زیادہ بوجھ نہ ڈالا جائے۔ مثلاً اگر آٹھ سال کے بچے کو ڈارون کا نظریہ پڑھایا جائے تو وہ مایوس ہو جائے گا۔ اسی طرح اگر ایک خاص عمر سے ہٹ کر کم تر معیار کی تعلیم اگر بچے کو دی جائے گی تو وہ جلد سیکھ کر اپنی ذہانت اور استعداد کو غیر ضروری حرکات میں استعمال کرے گا۔ یہی وجہ ہے کہ ذہین فطین بچے عام بچوں کی نسبت جلدی سیکھ جاتے ہیں اور باقی وقت شرارتوں میں گزار دیتے ہیں۔ چنانچہ اساتذہ اور والدین کو چاہیے کہ وہ ارتقائی مدارج کو مد نظر رکھ کر تعلیم دیں۔ اور ان کو ہر طرح کے بوجھ سے آزاد رکھنا چاہیے۔ کھیل کود اور تفریحات کی مدد سے ان کو بہتر طور پر پڑھایا جاسکتا ہے۔

ارتقائی مدارج کے دوران ہونے والی تبدیلیاں: ارتقائی مدارج کے دوران جو تبدیلیاں رونما ہوتی ہیں ان میں:

- ۱۔ بچے کی خوراک، لباس اور صفائی کا خاص خیال رکھنا چاہیے۔
- ۲۔ بچے کی نفسیاتی تقاضوں کو پورا کرنا چاہیے۔
- ۳۔ ماحول یعنی گرد و نواح کے حالات و واقعات میں تجسس پیدا کر کے ذہنی صلاحیتوں کو بڑھانا چاہیے۔
- ۴۔ ان کی عمر اور ذہانت کو مد نظر رکھ کر تعلیم و تربیت دینی چاہیے۔
- ۵۔ بچے کو جسمانی اور ذہنی صلاحیتوں کے مطابق کام دینا چاہیے تاکہ وہ جسمانی اور ذہنی بوجھ سے آزاد رہے۔

ارتقائی مدارج کو متاثر کرنے والے عوامل

بنیادی عوامل: بنیادی عوامل میں وراثت یعنی والدین سے حاصل کردہ خوبیاں ہیں جن کو اپنا کر بچہ اپنی ذات کا حصہ بنا لیتا ہے۔ اس طرح نسل در نسل یہ صفات منتقل ہو جاتی ہیں۔ مثلاً ایک انسان کی وراثتی خوبی یہ ہے کہ وہ اپنے جیسے ایک انسان کو جنم دے اور ایک جانور اپنی نسل کے جانور کو جنم دے یہ کبھی نہیں ہو سکتا کہ ایک نسل دوسری غیر متعلقہ نسل کو جنم دے۔ انسان کی اولاد انسان ہی ہوتی ہے۔

ثانوی عوامل: ثانوی عوامل میں خاندانی خوبیاں، شکل، رنگ، قد اور ذہانت شامل ہیں۔ چنانچہ ایک شخص ہمیشہ یہی صفات حاصل کرتا ہے اور اپنی ذہن صلاحیت اور استعداد کی بنیاد پر بڑا ہوتا ہے۔ یہ کبھی نہیں ہو سکتا کہ پاکستانی نسل لے ہاں انگریزی نسل کے بچے پیدا ہوں۔ اگر ماں دوران حمل منشیات کا استعمال کرے یا اسکی خوراک میں وٹامن کم ہوں تو اس کا بچہ پریشانی سے دوچار ہوتا ہے۔ چونکہ ہمارے معاشرے میں مائیں عموماً اپنا طبی معائنہ نہیں کراتیں جس کی وجہ سے وہ پیدائش کے وقت مختلف قسم کی پیچیدگیوں سے دوچار ہوتی ہیں۔

۱۔ والدین اور اساتذہ کے لیے ضروری ہے کہ وہ تعلیم و تربیت کے دوران بچے کی جسمانی اور ذہنی صلاحیتوں کو مد نظر رکھیں۔ مثلاً کند ذہن بچے کی ذہنی ارتقاء کی رفتار سست ہوتی ہے۔ اور اس میں عام انسان کی نسبت سوچنے سمجھنے کی صلاحیت کم ہوتی ہے۔ اگر اس کو عام بچوں کی طرح پڑھایا جائے گا تو اس کے لیے وہ ایک بوجھ ہوگا اور اگر اس کو بھاری اور سخت کام دیا جائے تو اسکے عضلات اور نظام عصبی پو بوجھ پڑے گا۔

۲۔ اگر بچوں پر ذمہ داری اور تعلیم کا بے جا بوجھ ڈالا جائے تو انکی صلاحیتیں تعمیری روح اختیار کرنے کی بجائے تخریبی رخ اختیار کر لیتی ہیں اور وہ سماج دشمن حرکات کے مرتکب ہو جاتے ہیں۔

۳۔ وراثت، ماحول اور ارتقائی مدارج کے لیے دلچسپ مثال لوہے اور بھٹی کی سی ہے۔ موروثی خوبیاں دراصل لوہے کی مانند ہیں اور تعلیم و تربیت یعنی ماحول سانچے کی مانند ہے۔ ماحول ایک سانچہ ہے جو اس کو مختلف قسم کی شکل دیتا ہے۔ چنانچہ بھٹی اور سانچے کے لوہے کو بروئے کار نہیں لایا جاسکتا۔ اسی طرح اگر موروثی طور پر ایک شخص کی ذہانت گھٹیا قسم کی ہے تو اس کے لیے بہتر سے بہتر تعلیمی ماحول خاطر خواہ نتیجہ نہ پیدا کر سکے گا۔ ہر دو صورتوں میں بھٹی ابھکر دارا کرتی ہے۔ چنانچہ

- ✧ انسان کی ذہانت جس قسم کی ہوگی اسی نسبت سے وہ تعلیم سے استفادہ کر سکے گا۔
- ✧ ماحول کے اثرات ہر شخص پر پڑتے ہیں ذہین شخص ان سے زیادہ متاثر ہوتا ہے اور کند ذہن کم۔
- ✧ اگر کسی فرد پر اس کی ذہانت اور عمر سے زیادہ یا کم بوجھ ڈالیں تو منفی نتائج برآمد ہوتے ہیں مثلاً ان میں دلچسپی کم ہو جاتی ہے۔
- ✧ وہ احساس کمتری کا شکار ہو جاتے ہیں۔
- ✧ وہ تعلیم کو بوجھ تصور کرتے ہیں۔

ب: بالغوں میں جذباتی تربیت: دور بلوغت میں مندرجہ ذیل تقاضوں کی تشفی ہونے سے جذباتی نشوونما صحیح سمت اختیار کرتی ہے۔

۱۔ خود نمائی: بالغوں میں خود نمائی کا جذبہ عروج پر ہوتا ہے۔ اگر ان کی صحیح رہنمائی نہ کی جائے تو وہ غلط راہوں کا انتخاب کر کے بھٹک جاتے ہیں۔ اس دور میں نوجوان خود مختاری اور آزادی کا مطالبہ کرتے ہیں۔ اپنے کاموں میں دوسروں کی دخل اندازی کو پسند نہیں کرتے اور بے جا روک ٹوک اور بے وقت ڈانٹ ڈپٹ انہیں ناگوار گزرتی ہے۔ ان کی رہنمائی اس طرح کرنی چاہیے کہ وہ آزادانہ کام کریں اور ایسے مشاغل اختیار کریں جن میں وہ اپنے آپ کو نمایاں کر سکیں۔ آزادی کا عمل آہستہ آہستہ اور بتدریج ہونا چاہیے کیونکہ کھلی آزادی نقصان دہ ثابت ہو سکتی ہے۔ مناسب انداز میں روکا جائے تاکہ وہ اسے دخل اندازی نہ سمجھیں۔

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ بھی آرڈر پر تیار کیے جاتے ہیں۔

۲۔ متوازن معاشرتی زندگی: متوازن معاشرتی زندگی کیلئے بالغوں کو اس بات کی تلقین کرنی چاہیے کہ وہ والدین اور اساتذہ کا ادب کریں۔ ساتھیوں سے حسن سلوک، چھوٹوں سے ہمدردی اور پیار سے پیش آئیں۔ کچھ لوگ کچھ دوسرے کے کام آئیں اور معاشرتی تقاضوں کو مد نظر رکھ کر اپنی زندگی اس طرح بسر کریں کہ اسے دوسرے لوگوں کی معاشرتی زندگی اور معاشرتی آزادی میں خلل نہ پڑے۔

۳۔ خیالی دنیا: دور بلوغت میں کچھ بچے اپنی ایک الگ خیالی دنیا میں لگن ہو جاتے ہیں جس میں انکی خواہشات کی تکمیل ہوتی ہے۔ اور وہ اس میں کسی کی دخل اندازی برداشت نہیں کرتے اس عمل سے ان میں شرمیلان اور جھجک آ جاتی ہے اور وہ معاشرتی تعلق سے گریز کرنے لگتے ہیں۔ ایسے بچوں کی اس طرح رہنمائی کرنی چاہیے کہ انہیں ناگوار محسوس نہ ہو۔

۴۔ جوش و خروش: دور بلوغت میں جوش و خروش نمایاں ہوتا ہے چنانچہ بچوں کو نظم و ضبط کی تعلیم دینی چاہیے تاکہ بچے ہر کام سوچ سمجھ کر ضبط کے ساتھ اور تنظیم کے ساتھ کرنے کی عادت ڈال لیں۔ ان کو جذبات بھڑکانے والے عناصر سے دور رکھا جائے اور غصے کی صورت میں اپنے آپ پر کنٹرول کرنے کی تربیت دی جائے۔

۵۔ ناکامی کا احساس: انسانی زندگی میں کامیابی اور ناکامی ساتھ ساتھ چلتی ہیں چنانچہ ایسی تربیت دینی چاہیے کہ بالغ کامیابی کی خوشی کے ساتھ ساتھ ناکامی کا غم بھی برداشت کر سکے کیونکہ ناکامی مایوسی کی کیفیت پیدا کرتی ہے اور مایوسی کے عالم میں غلط قدم بھی اٹھ سکتا ہے۔

۶۔ والدین اور اساتذہ کا سلوک: والدین بچوں سے غیر ضروری حفاظت کا خیال کرتے ہوئے ہر وقت ان کے سر پر مسلط رہنے کی کوشش نہ کریں۔ والدین اور اساتذہ بے جا روک ٹوک سے گریز کریں کیونکہ ایسا کرنے سے بچوں میں خود اعتمادی ختم ہو جاتی ہے۔ وہ فیصلہ کرنے کی قوت سے محروم ہو کر دوسروں کے محتاج بن جاتے ہیں۔ جس کا اثر ان کی جذباتی زندگی پر بہت گہرا ہوتا ہے ان کی آزادی اور خود مختاری ختم ہو جاتی ہے اور وہ احساس کمتری میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔

۷۔ مذہب سے لگاؤ: بالغوں میں مذہبی لگاؤ پیدا کرنا ان کی جذباتی تربیت کا سب سے بہترین ذریعہ ہے کیونکہ مذہب اللہ سے ڈرنے، نیک کام کرنے، برے کاموں سے بچنے، میانہ روی اختیار کرنے، بزرگوں کا ادب، والدین سے حسن سلوک، بچوں سے پیار کرنے، مستحقین کی مدد کرنے، سچ بولنے، جھوٹ سے گریز کرنے، دیانتداری اختیار کرنے اور غصے پر قابو پانے کا درس دیتا ہے۔